دعویٰ سے مربوط شرعی اور وضعی قوانین کا تقابلی جائزہ

A COMPARATIVE STUDY OF THEOLOGICAL AND INVENTED LAWS CONCERNING CLAIM (LITIGATION)

Mufti Irfan Ali
Dr Hafiz Salih U Din Haqqani

Abstract

Islam presents guiding principles regarding all aspect of human lives incliding the establishment of justice that is crucial to administration of any society. The rule of justice is only possible when social life is under a system which safeguards the rights of every stratum of the society. When a dispute is brought to the court, various methods could be adopted to prove a claim, such as bringing witnesses, making confessions, taking oaths, and so on. Now, it is important to see whether these methods are compatible to Islamic laws or not. It is in this light that a comparative analysis of theological and non-theological laws in our country is important so that if there is some deficiency in the latter, it could be compensated.

Key Words: Claim, Dispute, Plaint, Evidence. Islamic *Shari`ah*.

خلاصہ

اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں، بشمول معاشرے میں قیام عدل وانصاف سے مربوط رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ درحقیقت، ایک معاشرے کے نظم ونسق میں عدل وانصاف کی برقراری بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہ کام محض اس وقت ممکن ہے جب سماجی زندگی پر ایک ایسا نظام حاکم ہو جو معاشرے کے ہر فرد کے حقوق کی حفاظت کی ضمانت دے۔ عدالتوں میں جب کوئی کیس پیش کیا جاتا ہے تو ایک عدالت دعویٰ کے تصدیق کے لئے گواہوں پیش کرنے، اقرار اور قسم کھانے جیسی کئی روشیں اپناتی ہے۔ اس مقالہ میں یہ پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آیا ہمارے ملک کے عدالتی نظام میں دعویٰ کے اثبات یا ردّ سے مربوط روشیں اور قوانین، اسلام کے پیش کردہ الٰہی قوانین سے ہماہنگ ہیں یا ان میں کوئی جھول ہے؟ یقینا یہ مقایسہ یہ فرصت فراہم کرے گا کہ اگر ہمارے عدالتی قوانین میں کہیں کوئی کمی ہے تو اس کا ازالہ کیا جاسکے۔

کلیدی کلمات: دعویٰ، تنازعہ، شکایت، گواہی، اسلامی شریعت۔

لفظ دعویٰ کی تعریف

دعویٰ کا لفظی معنی، اپنی ذات کے لئے طلب کرنا ہے اور ایسے قول کو بھی دعویٰ کہا جاتا ہے جس کے ذریعے غیر پر حق واجب کرنے کا ارادہ کیا جائے۔[1] لیکن اصطلاحی طور پر خصومت کی حالت میں کسی چیز کی اپنی طرف نسبت دینے کو دعویٰ کہتے ہیں۔[2] پاکستان میں مروجہ قانون سول پروسیجر کوڈ (۱۹۰۸ء) کے مطابق دعویٰ کی تعریف یہ ہے:

Plaint is a written memorial tendered to a court in which the plaintiff set forth the cause of actions and seeks judgment and relief from the court-[3]

یعنی: "دعویٰ ایک ایسا مکتوب بیانیہ ہے جس میں مدعی عدالت سے بنائے مخاصمت کی بنیاد پر اپنے حق کے فیصلہ کا استدعا کرتا ہے۔"

شروط دعویٰ

۱۔ دعویٰ کی صحت کے لئے مدّعی اور مدّعیٰ علیہ کا عقل مند ہونا ضروری ہے۔[4] فقہاء کے نزدیک نابالغ بچہ اور مجنون مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں نہیں بن سکتے۔ اس کی وجہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفيق وعن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم[5]
ترجمہ: "تین قسم کے لوگوں کا مؤاخذہ نہیں ہوگا: مجنوں جب تک اس کو جنون سے افاقہ نہ ہو، سونے والا جب تک وہ نیند سے بیدار نہ ہو جائے اور بچہ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔" سول پروسیجر کوڈ کے مطابق بھی مدعی اور مدعیٰ علیہ کا عقل مند ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر نابالغ اور مجنون دعویٰ کرنا چاہے تو ولی کے ذریعے مطالبہ کر سکتا ہے:

Where the plaintiff or the defendant is a minor or a person of unsound mind.[6]

یہاں شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

۲۔ خصم کا حاضر ہونا شرط ہے لہٰذا خصم کی غیر موجودگی میں دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔[7] علماء احناف کے نزدیک دعویٰ کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ خصم موجود ہوں، خصم کی غیر موجودگی میں قاضی کوئی حکم صادر نہیں کرے گا۔ ہاں اگر مدّعی قاضی کو درخواست کریں کہ خصم جہاں پر ہے اس علاقے کے قاضی کو خط لکھیں کہ وہ وہاں خصم کو سن کر اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ امام شافعیؒ[8] کے نزدیک دعویٰ کی صحت کے لئے خصم کا حاضر ہونا ضروری نہیں، کیونکہ اگر مدّعی اپنی دعویٰ کو گواہوں کے ذریعے ثابت کریں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی دعویٰ میں صادق ہے اس لئے فیصلہ اس کے حق میں کیا جائے گا۔ اگرچہ مدّعی کے سچے اور جھوٹے کا احتمال پایا جاتا ہے تاہم گواہوں کے ذریعے اس کے جانب صدق کو ترجیح دیا جائے گا، جس طرح اگر خصم موجود ہوں تو وہ منکر ہوگا یا

مقر ،اقرار کرنے کی وجہ سے معلوم ہوا کہ مدّعی اپنی دعویٰ میں صادق ہے تو قضاء کو کوئی ضرورت نہیں۔اگر منکر ہے تو گواہوں کے مدّعی کا صادق ہونا معلوم ہوا لہٰذا فیصلہ کرنا درست ہوا۔[9] احنافؒ کی دلیل سیدنا علیؓ[10] کی روایت ہے: "فإذا جلس بين يديك الخصمان، فلا تقضين حتى تسمع من الآخر، كما سمعت من الأول"[11]

ترجمہ: (آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی!)جب متخاصمین آپ کے سامنے پیش ہوں تو ان کے درمیان اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دونوں کی رائے نہ سن لو۔" بنابریں، جب ایک فریق کی عدم موجودگی میں دوسرے کا کلام نہیں سنا جاسکتا تو غائب ہونے کی صورت میں اس کے خلاف فیصلہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک وضعی قانون کا تعلق ہے تو ان کے مطابق بھی مدعی کا وکالۃً یا اصالۃً ہونا ضروری ہے:

The Plaintiff must be present in person or through agent or attorney. [12]

۳۔ مدّعی بہ معلوم ہو، مجہول ہونے کی صورت میں دعویٰ صحیح نہ ہو گی۔[13]اس لئے کہ دعویٰ اس وقت صحیح ہوگا جب مدعی بہ چیز کی جنس بیان کی جائے۔ مثلا درہم یا دینار ہیں اور اس کی مقدار بیان کی جائے جیسے ۵۰ مثقال ہیں۔ جنس اور قدر کا ذکر کرنا یہ دین کے دعویٰ میں ہے۔اگر عین کا دعویٰ ہو تو مدعی حاضر ہونے کی صورت میں اس کی طرف اشارہ کرے کہ یہ چیز میری ملک ہے اور قاضی مدعیٰ علیہ کو مجبور کرے گا کہ وہ چیز کو مجلس قضاء تک لے کر آئے اور اگر عین غائب ہے یعنی اس کو مجلس قضاء تک لانا مشکل ہے جیسے چکی وغیرہ تو اب ضروری ہے کہ اس کی قیمت اور وصف ذکر کریں۔ کیونکہ وصف اور قیمت کی وجہ سے چیز معلوم ہو جاتی ہے۔اسی طرح جس چیز کا مجلس قضاء تک لانا ناممکن ہو جیسے زمین تو اس کی حد بندی بیان کی جائے گی۔[14]

۴: دعویٰ سننے کے لئے مجلس قضاء شرط ہے۔[15]جس طرح گواہی معتبر ہونے کے لئے مجلس قضاء کا ہونا ضروری ہے اسی طرح دعویٰ تب سنا جائے گا جب وہ مجلس قضاء میں ہو۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تب فیصلہ کرتے جب مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں حاضر ہوتے۔[16] سول پروسیجر کوڈ کے مطابق بھی دعویٰ کی سماعت کے لئے مجلس قضاء کا ہونا ضروری ہے:

The name of the Court in which the suit is brought.[17]

یعنی جس عدالت میں دعویٰ کیا جاتا ہے اس کا ذکر ضروری ہے۔

۵: دعویٰ مدعی کی زبان سے ہو وکیل کے ذریعے نہ ہو۔[18] لہٰذا اگر بغیر عذر کے مدّعی غیر کے ذریعے دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔ ہاں، اگر مدّعیٰ علیہ اس پر راضی ہو جائے یہ امام ابو حنیفہؒ[19] کی رائے ہے۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ[20] اور امام محمدؒ[21] کے نزدیک صحت دعویٰ کے لئے یہ شرط ضروری نہیں۔[22]

۶: دعویٰ میں تناقض نہ ہو۔[23] دعویٰ میں تناقض ہو تو دعویٰ درست نہیں ہوگا، کیونکہ چیز مخالف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ جیسے کوئی اقرار کرے کہ یہ میرے ساتھ یہ چیز فلاں کی ہے قاضی حکم کرے کہ یہ چیز فلاں کے حوالہ کرو۔اس کے بعد دعویٰ کرے کہ یہ چیز میں نے اس سے خریدی ہے اور اس کا یہ دعویٰ شراء اقرار کے زمانے سے پہلے کا ہو تو اس کا یہ قول معتبر نہ ہوگا۔اس لئے کہ غیر کے لئے اقرار ملکیت شراء کے منافی ہے،اور اقرار شراء کے منافی ہے۔[24]

جہاں تک سول پروسیجر کوڈ کا تعلق ہے تو اس کے مطابق:

Where the plaintiff seeks the recovery of money, the plaint shall state precise amount claimed.[25]

مدعی اپنے دعویٰ میں ریلیف (دادارسی) کا تعین و تخصیص کرے گا جو کہ تضاد و تناقض سے مبرا ہو۔

۷: مدّعی بہ ایسی چیز ہو جو ثبوت کا احتمال رکھتی ہو لہٰذا اس چیز کا دعویٰ جس کا وجود محال ہو تو یہ دعویٰ باطل ہے۔[26] ایسا ہو جو ثبوت کا احتمال رکھتا ہو۔اگر ایسی چیز کا دعویٰ ہو جس دعویٰ کا ثبوت حقیقتًا یا عرفًا محال ہو تو دعویٰ باطل ہو گا۔جیسے کوئی کسی کے بارے میں کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے حالانکہ اس کی عمر کا شخص اس کا بیٹا نہیں بن سکتا یا جس کے بارے میں کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے وہ معروف النسب ہو تو اس کا یہ دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔ یا کوئی ایسا فقیر جس کا فقر مشہور ہو اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کا فلاں کے ذمے اتنا قرض ہے تو اس کا یہ دعویٰ قابل اعتبار نہیں ہوگا۔[27]

حکم دعویٰ

جب دعویٰ صحیح ہو جائے گا تو قاضی خصم سے دعویٰ کے بارے میں سوال کرے گا۔ خصم کو "نعم" یا "لا" کے ساتھ جواب دینا واجب ہے۔[28] اگر وہ اقرار کرے تو قاضی فیصلہ کر دے۔اگر وہ انکار کرے اور قاضی نے گواہی طلب کی پھر اگر مدّعی نے گواہی قائم کر دی تو قاضی اس پر فیصلہ کر دے گا۔اگر مدّعی نے گواہی قائم نہیں کی تو مدّعی اگر حلف طلب کرے تو مدّعیٰ علیہ سے حلف اٹھائے،اگر ایک مرتبہ پھر مدّعیٰ علیہ انکار کر دے یعنی مدّعیٰ علیہ نے کہا میں قسم نہیں لیتا یا بلا آفت کے خاموش ہو گیا اور قاضی نے مدّعیٰ علیہ کے نکول (قسم سے انکار) کی وجہ سے فیصلہ کر دیا تو یہ فیصلہ صحیح ہو گا۔یمین کو تین مرتبہ پیش کرنا زیادہ احتیاط والا ہے اور اگر خصم نے انکار کر دیا تو مدعی پر قسم وارد نہ ہو گا۔[29]

اقسام دعویٰ

جس کے ساتھ احکام متعلق ہو وہ دعویٰ صحیح کہلاتا ہے اور جس کے ساتھ احکام کا تعلق نہ ہو وہ دعویٰ فاسد کہلاتا ہے۔[30] دعویٰ صحیحہ کے ساتھ چند امور متعلق ہوتے ہیں: مدعی علیہ پر مجلس قاضی میں حاضر ہونا واجب ہے۔ہر زمانے کے قاضیوں کا عمل بھی اسی پر ہے۔چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور صحابہ کے بعد تابعین

نے اسی پر عمل کیا ہے۔ جب مدعی علیہ حاضر ہو تو اس پر "نعم" یا "لا" کے ساتھ جواب دینا واجب ہے تاکہ اس کی حاضری سود مند ثابت ہو کیونکہ مدعی کی حاضری کا مقصد ہی جواب دہی کرنا ہے۔ مدعی دعویٰ کا اثبات گواہوں کے ذریعے کرے گا۔ اور مدعٰی علیہ اگر دعویٰ کا انکار کرے اور مدعی گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو جائے تو مدعٰی علیہ پر یمین لازم ہے۔ دعویٰ فاسد کی صورت میں مدعی سے مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ دعویٰ کی تصحیح کر کے اثبات دعویٰ گواہوں کے ذریعے کریں۔[31] جہاں تک سول پروسیجر کوڈ کا تعلق ہے تو اس کے مطابق:

"جو دعویٰ مدعی کا مستدعا واضح نہ کرے اور بنائے دعویٰ و بنائے مخاصمت کا بیانیہ نہ ہو تو وہ دعویٰ واجب الاخراج ہوتا ہے۔"[32]

تعریف مدعی اور مدعٰی علیہ

مدّعی وہ شخص ہے جس کو جھگڑے پر مجبور نہ کیا جاسکے اور مدعٰی علیہ وہ ہے جس کو جھگڑے پر مجبور کیا جائے۔[33] جن امور پر مسائل دعویٰ مبنی ہیں، ان میں سب سے اہم بات مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان فرق کی شناخت ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مدعی پر گواہ پیش کرنا اور مدعٰی علیہ پر قسم کھانا ہے۔[34] لہٰذا ان دونوں کی معرفت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کی تعریف میں علمائے کرام کا اختلاف ہیں۔ ایک تعریف تو وہ ہے جو اوپر مذکور ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جس کو خصومت پر مجبور نہ کیا جائے یعنی دعویٰ کرنے کے بعد اگر وہ دعویٰ کو ترک کرنا چاہے تو اس کو ترک کردے، اس پر کسی طرح کا جبر نہیں ہے اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جس کو خصومت پر مجبور کیا جائے یعنی مدعی کے دعویٰ کرنے کے بعد اس پر جواب دینا لازم ہے، خصومت سے پہلو تہی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ یہ تعریف عام بھی ہے اور صحیح بھی۔[35]

بعض نے کہا ہے کہ مدعی وہ ہے جو حجت کے بغیر مستحق نہیں ہوتا، حجت سے مراد گواہی اور نکول (قسم سے انکار) ہے۔ مدعٰی علیہ وہ ہے جو اپنے قول سے بغیر کسی حجت کے مستحق بن جائے، یعنی جو وہ یہ کہے کہ یہ چیز میری ہے تو کوئی دوسرا بغیر کسی حجت کے اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔[36] بعض کے نزدیک مدعی وہ ہے جو غیر کے قبضے میں موجود چیز کا اپنے لئے دعویٰ کرے اور مدعٰی علیہ وہ ہے جو اپنے قبضے میں موجود چیز کا اپنے لئے دعویٰ کرے۔[37]

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مدعٰی علیہ منکر ہے اور دوسرا شخص مدعی ہے۔ امام زیلعیؒ[38] نے فرمایا ہے کہ یہ تعریف صحیح ہے لیکن اس میں منکر کو پہچانا مشکل ہے کیونکہ کبھی ایک شخص ایسی بات کرتا ہے جو صورۃ دعویٰ ہوتی ہے اور معنا انکار ہوتی ہے۔ یعنی ایک شخص میں ایک جہت سے دعویٰ اور ایک جہت سے انکار جمع ہو جاتا ہے اور جب ایک شخص میں دعویٰ اور انکار دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو یہ شناخت کرنا لازم ہوگا کہ یہ شخص مدّعی ہے یا منکر اسی

صورت میں معنی کے ذریعے ترجیح دی جائے گی یعنی معنی کے اعتبار سے اگر وہ مدعی ہے تو اس کو مدعی قرار دیں گے اور اگر معنی کے اعتبار سے منکر تو اس کو منکر کہا جائے گا کیونکہ در حقیقت معانی کا اعتبار ہوتا ہے اور ظاہری صورت اور لفظ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر مودع (جس کے پاس امانت ہو) نے کہا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی ہے تو اب مودع صورۃً واپس کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے اور معنًا ضمان کا منکر ہے کہ میں نے ودیعت واپس کر دی ہے لہٰذا مجھ پر ضمان نہیں ہے۔ پس مودع ظاہراً مدعی ہے اور معنًا منکر ہے اور بینہ نہ ہونے کی صورت میں چونکہ منکر کا قول مع الیمین معتبر ہوتا ہے، اس لئے یہاں مودع کا قول مع الیمین معتبر ہو گا۔[39]

منقولی وغیر منقولی اشیاء

یہاں ایک سوال یہ درپیش ہے کہ آیا دعویٰ منقولی اشیاء میں ہو گا یا غیر منقولی اشیاء میں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ منقولی اشیاء کو مجلس قضاء میں حاضر کرنا چاہئے تاکہ دعویٰ کرتے وقت اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے۔[40] اگر کسی پر دعویٰ منقولی اشیاء کے بارے میں کیا جائے تو اس کو بتایا جائے گا کہ وہ اس چیز کو قاضی کے مجلس میں لائے تاکہ بوقت دعویٰ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے، کیونکہ اشارہ تعریف میں زیادہ واضح کرنے والا ہے۔ ہاں، اگر منقولی چیز ایسی ہو کہ اس مجلس قضاء میں لانا مشکل ہو جیسے اناج کا ڈھیر یا بکریوں کا ریوڑ، تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ خود اس کے پاس جائے یا کسی نائب کو مقرر کرے تاکہ وہ اس چیز کو دیکھ لے۔ اسی طرح اگر مدعیٰ علیہ انکار کرتا ہو تو مبیع کا حاضر کرنا لازمی ہے ہاں اگر وہ اقرار کرتا ہو تو پھر مبیع کا قاضی کے مجلس میں لانا ضروری نہیں۔ اگر منقولی چیز ایسی ہو کہ وہ ہلاک ہو چکی ہو یا قاضی کے مجلس میں لانے میں مشقت ہو تو دعویٰ کرتے وقت اس کی جنس، صفت اور قیمت ذکر کیا جائے گا۔[41] فقیہ ابو اللیث[42] سمرقندی کے نزدیک قیمت کے ساتھ مذکر اور مؤنث کو بھی بیان کرنا چاہئے۔[43] سول پروسیجر کوڈ میں منقولی اشیاء کا مجلس قضاء میں حاضر کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کا بیان کرنا کافی ہے۔[44]

جہاں تک غیر منقولہ چیزوں (زمین) سے مربوط دعویٰ کا تعلق ہے تو ان کے دعویٰ کی صورت میں ان کی حدود ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے شہر اور محلّہ کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔[45] جائیداد (غیر منقولہ چیزوں) کا دعویٰ کیا جائے تو اس میں کون کون سی چیزوں کا ذکر کرنا لازمی ہے۔ تو فقہاء کرام کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے:

ا۔ زمین کے دعویٰ میں حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے اس لئے جب زمین کو قاضی کی مجلس تک لانا مشکل ہے تو اس کے پہچاننے کی یہی صورت ہے کہ اس کے حدود کو بیان کیا جائے۔ اب اگر جائیداد ایسی ہو جو مشہور ہو تو صاحبینؒ

کے نزدیک اس کے حدود کا ذکر ضروری نہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائیداد مشہور ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ان میں راجح قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔[46]

۲۔حدود اربعہ کا ذکر ضروری ہے یا نہیں۔امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک چاروں حدود ذکر کردے یا تین ذکر کردے دونوں صورتوں میں دعویٰ صحیح ہے۔امام زفرؒ[47] کے نزدیک چاروں حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو حدود کا ذکر کافی ہے۔[48] بعض علماء کرام نے امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے لیکن راجح قول طرفینؒ کا ہے۔[49]

۳۔حدود والوں کے نام بھی ضروری ہے۔اس لئے کہ تعریف ان کے ناموں کے ذریعے حاصل ہوگی۔

۴۔حدود والوں کی ان کے دادا کی طرف نسبت بھی ضروری ہے اس لئے تعریف اس کے ذریعے مکمل ہوگی اور اگر اصحاب حدود مشہور ہوں تو صرف ان کے نام پر اکتفاء کیا جائے گا اور دادا کا ذکر ضروری نہیں، یہ تفصیل امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔اور یہی راجح قول ہے۔[50]

۵۔اسی طرح دعویٰ زمین میں ضروری ہے کہ اس شہر کا ذکر کرے جس میں یہ زمین ہو پھر محلّہ اور کوچہ کا ذکر کرنا ضروری ہے، یعنی عام سے خاص کی طرف چلا جائے گا یہ امام محمدؒ کی رائے ہے۔[51] پاکستان کے مروّجہ قانون سِول پروسیجر کوڈ کے مطابق غیر منقول اشیاء کے دعویٰ میں حدود کا ذکر ضروری ہے:

Where the subject matter of the suit is immovable property, the plaint shall contain a description of the property sufficient to identify it, and, in case such property can be identified by boundaries or numbers in a record of settlement of survey, the plaint shall specify such boundaries or numbers.[52]

یعنی جب موردِ دعویٰ چیز غیر منقولی جائیداد ہو تو اس کی پہچان کی وافی توضیحات پیش کی جانی چاہیں اور اگر ایسی جائیداد کو اس کے حدود یا اعداد و شمار کے ذریعے معین کیا جا سکتا ہو تو سروے ریکارڈ میں اس کی ان حدود و قیود اور اعداد و شمار کا ریکارڈ کرانا ضروری ہے۔

مستثنیات کی تحدید

مستثنیات کی تحدید اس طرح ضروری ہے کہ اس کا امتیاز غیر سے حاصل ہو جائے۔[53] مستثنیات سے مراد عام راستہ، مسجد، مقبرہ اور حوض ہیں۔ان اشیاء کی حد بندی اس طرح ضروری ہے کہ غیر سے اس کا امتیاز حاصل ہو جائے۔ امام سرخسیؒ[54] گاؤں خریدنے میں مسجدوں، مقبروں، عام راستوں اور حوضوں کے حدود و مقدار طول و عرض بیان کرنے کی شرط لگاتے تھے اور جن دستاویزوں میں ان چیزوں کی استثناء حدود بیان کئے مذکور ہوتی

تھی ان کو رد کرتی تھی۔جو ہمارے زمانے میں تحریر کرتے ہیں کہ دونوں عقد کرنے والے اس تمام مبیع کو پہچانتے ہوں جس پر عقد ہوا ہوں تو مختار قول یہ ہے کہ یہ بات مردود ہے کیونکہ گواہی کے وقت قاضی کو مبیع معلوم نہیں ہو سکتی پس تعین کرنا ضروری ہے۔[55] اس حوالے سے پاکستان کے مروّجہ قانون سِول پروسیجر کوڈ میں آیا ہے کہ:

Grounds of exemption from limitation law.[56]

قانون میعاد سے استثناء کے وجوہات کاذکر کرنالازمی ہے۔

قرض کادعویٰ

اگردعویٰ دین (قرض) ہوتو اس کی جنس،نوع،صفت اور مقدار بیان کرنا ضروری ہے۔[57] دعویٰ دین اس وقت صحیح ہوگا جب اس چیز کی جنس ،نوع،صفت اور مقدار کا ذکر کردے ۔مثلاً یہ کہے کہ میرے فلاں آدمی پر ایک من گندم یا جو ہے تو اس کی عمدہ،ردی اور وسط ہونے کو بیان کرے کیونکہ دعویٰ کا فائدہ یہ ہے کہ حجت قائم کرکے مدعیٰ علیہ پرمدعی کا حق لازم کیاجائے اور مجہول چیز کالازم کرنا چونکہ ممکن نہیں ہے،اس لئے کہ مدعی بہ کی جنس ، نوع،صفت اور مقدار بیان کرنا ضروری ہے۔سبب وجوب کا ذکر کرنالازمی ہے کیونکہ سبب وجوب کے ذکرکے بغیر اس کادعویٰ نہیں سناجائے گا،اوراس لئے کہ دیون کے احکامات اسباب کی اختلاف کی وجہ سے بدل جاتے ہیں۔[58] پاکستان کے مروّجہ قانون سِول پروسیجر کوڈکے مطابق:

Where the plaintiff sues for manse profits, or for an amount which will be found due to him on taking unsettled accounts between him and the defendant, the plaint shall state approximately the amount sued for.[59]

جب مدعی زرواصلات کادعویٰ کرے یااس رقم کادعویٰ کرے جومدعی اورمدعیٰ علیہ کے درمیان مجہول ہو تواس کی مقدار بیان کرنالازمی ہے۔

بیع کادعویٰ

دعویٰ بیع کی صورت میں کسی نے مبیع پر قبضہ کیااور مبیع کو بیان نہیں کیاتو اصح قول کے مطابق یہ عقد درست ہوگا[60]تاہم بیع سلم ذکر کرنے کی صورت میں شرائط سلم ذکر کرنا ضروری ہے۔[61]بیع سلم سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کواس شرط پر فروخت کیا جائے کہ مبیع بائع کے ذمے دین ہو۔[62] تو بیع سلم کی صورت میں شرائط سلم کارعایت رکھنا ضروری ہے۔ان کی شرائط ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

۱: جنس بیان کرنا جیسے گندم،جواور چاول وغیرہ۔

۲: نوع بیان کرنا جیسے گندم سقیہ ہے یا بخسیہ، سقیہ سے مراد وہ گندم ہے جو خود پانی نکال کر سیراب کیا گیا ہو اور بخسیہ سے مراد وہ گندم ہے جو آسمان کے پانی کے ساتھ سیراب کیا گیا ہو۔

۳: صفت بیان کرنا جیسے کہ گندم عمدہ ہے یا گھٹیا۔

۴: مقدار بیان کرنا یعنی کیل اور وزن بیان کرنا۔

۵: پانچویں شرط مدت بیان کرنا ہے کہ ایک ماہ کے بعد چاہیے یا دو ماہ کے بعد چاہیے اور سلم میں کم از کم مدت ایک ماہ ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ تین دن ہے، بعض نے کہا ہے کہ آدھے دن سے زیادہ ہو اور بعض نے کہا کہ جس مدت پر بائع اور مشتری راضی ہو جائے۔ لیکن ان میں راجح اور مفتی بہ قول ایک ماہ کا ہے۔[63]

یہ وہ پانچ شرائط ہیں جن میں احناف علمائے کرام کا آپس میں اتفاق ہے اور یہ پانچ شرائط حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ بیع سلم کرتے تھے تو وہ کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک بیع سلم کرتے تھے۔[64] یہ رائے احناف کا ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک بیع سلم کے لئے مدت شرط نہیں ہے بلکہ بیع سلم نقد بھی ہو جاتا ہے۔ ان شرائط کے علاوہ راس المال کی مقدار اور مکان ایفاء بیان کرنا ضروری ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آخری دو شرائط بھی بیع سلم کے لئے ضروری ہے تاہم امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع سلم کے لئے ان شرائط کا ہونا لازمی اور ضروری نہیں لیکن علماء نے ان میں راجح قول امام ابو حنیفہؒ کا قرار دیا ہے۔[65] تو ہر وہ سبب جس کے شرائط بہت ہو تو ان شرائط کا ذکر کرنا ضروری ہے اور وہ سبب جسکے شرائط کم ہو تو صرف سبب ذکر کر دینا کافی ہے۔[66]

میراث کا دعویٰ

میراث کے دعویٰ میں ورثاء کی تفصیل اور حصے بیان کرنا لازمی ہے اور مورِث کا نام لینا ضروری ہے۔[67] کسی شخص نے ایک گھر پر دعویٰ کیا جو دوسرے کے قبضے میں ہے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا اور مجھے میراث میں چھوڑا ہے اور اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں: **ایک صورت،** یہ ہے کہ مدعی نے گھر کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ گھر مرنے تک اس کے باپ کے پاس تھا اور اس کو میراث میں چھوڑا ہے اور یہ گواہی بھی دی کہ اس کا کوئی دوسرا وارث نہیں تو مدعی کا دعویٰ قبول ہوگا۔ **دوسری صورت،** یہ ہے کہ گواہ اس بات کی گواہی دے کہ یہ گھر مرنے تک اس کے باپ کے پاس تھا تو گھر مدّعی کا ہوگا اگرچہ گواہ اس بات کی گواہی نہ دے کہ یہ گھر اس کو میراث میں چھوڑا ہے کیونکہ انسان کے مرنے کے بعد مال میراث میں ورثاء کو ملتا ہے۔ **تیسری صورت،** یہ ہے کہ یہ گواہی دے کہ یہ گھر موت کے دن اس کے باپ کے قبضے میں تھا اس صورت میں

بھی مدعی کا ہوگا کیونکہ موت کے وقت قبضہ میں ہونا اس کی بات کی علامت ہے کی یہ اس کی ملکیت ہے۔ لیکن اگر اس کے علاوہ دوسرے ورثاء بھی ہوں تو ان کی وضاحت ضروری ہے اور مورث کا نام بھی بیان کرنا لازمی ہے۔[68]

<u>اس معاملہ میں پاکستان کے مروّجہ قانون سِول پروسیجر کوڈ کے مطابق:</u>

List of legal representatives of plaintiff.[69]

میراث کے دعویٰ میں مدعی کے ذمہ ہے کہ وہ ورثاء کی ایک فہرست مرتب کرے اور اس میں ہر ایک کے حصہ کی وضاحت کرے۔

ثبوت نسب کا دعویٰ

ثبوت نسب کے تین مراتب ہیں:

۱۔ نکاح صحیح کے ساتھ: نکاح صحیح اور نکاح فاسد کی صورت میں نسب دعویٰ کے بغیر ثابت ہوگا۔

۲۔ام ولدہ کے بچہ کا نسب دعویٰ کے بغیر ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ مولیٰ کو اس سے وطی کرنا حلال ہو۔

۳۔ باندی کا بچہ ہو تو اس کا نسب مالک کے دعویٰ کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ خواہ بچے کی پیدائش کے بعد دعویٰ کرے یا اس وقت دعویٰ کرے جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہو۔[70]

دعویٰ نسب کی تین قسمیں ہیں:

۱۔دعویٰ استیلاد: اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعی کا علوق مدعی کی ملک میں ہو، یہ دعویٰ وقت علوق کی طرف مستند اور وطی کے اقرار کو متضمن ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایسے بچے کی نسب کا دعویٰ کرے کہ اس کا اصل نطفہ قرار پانا معلوم ہو کہ اس کی ملک میں واقع ہوا ہے تو وقت علوق نطفہ کی طرف منسوب ہوگا اور جو عقود درمیان میں آئے ان کو فسخ کیا جائے گا لیکن اس شرط پر کہ وہ محل فسخ ہوں۔

۲۔ دعویٰ تحریر: یہ اس کو کہتے ہیں کہ مدعی کا علوق غیر ملک مدعی میں ہو تو یہ دعویٰ اقرار وطی کو متضمن نہیں ہوتا کیونکہ بوقت علوق ملک نہ ہونے کی وجہ سے استیلاد متصور نہیں ہوگا اور نہ جاری شدہ عقود کو فسخ کیا جائے گا اور اس کا نفاذ ملک غیر میں نہیں ہوتا۔

۳۔دعویٰ شبہ: کہ باپ اپنے بیٹے کی باندی کے بچہ کا دعویٰ کرے، اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وقت علوق سے وقت دعویٰ تک باندی اور اس کے ولد میں بیٹے کی ملک قائم رہے۔[71]

یہاں ایک بحث یہ ہے کہ اگر یہ دعاوی آپس میں جمع ہو جائیں تو ان میں کونسا دعویٰ راجح ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اگر تینوں قسم کے دعاوی کے جمع ہونے کی صورت میں دعویٰ استیلاد اولیٰ ہوگا۔ بطور کلی، دعویٰ استیلاد اولیٰ ہے دعویٰ تحریر سے اور دعویٰ تحریر اولیٰ ہے دعویٰ شبہ سے، اور دعویٰ نکاح سب سے اولیٰ ہے خواہ نکاح صحیح ہو یا فاسد۔[72]

اثبات دعویٰ کا طریقہ کار

نفس دعویٰ سے حق ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ مدعی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے گا اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔ کسی پر دعویٰ کیا جائے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت ہوگا۔ مدعیٰ علیہ اقرار کرے گا یا انکار۔ اقرار کی صورت میں تو دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ لیکن اگر انکار کرے تو مدعی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے گا اور گواہوں کی گواہی سے اس چیز کی ملکیت مدعی کے لئے ثابت ہو جائے گی۔ اب اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔[73] بنابریں، مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اور مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم کھانا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مدعی گواہ پیش کرے گا اور مدعیٰ علیہ قسم کھائے گا۔[74] اس حدیث سے مدعی اور مدعیٰ علیہ کے افعال کی تقسیم معلوم ہوتی ہے اور یہی احنافؒ کی رائے ہیں۔

اس کے بر عکس، جمہور علمائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر معاملہ اور قضیہ حدود اور قصاص کے علاوہ اموال میں ہو اور مدعی کے پاس صرف ایک گواہ موجود ہو تو مدعی دوسرے گواہ کی تکمیل کے لئے خود ایک قسم کھا سکتا ہے تاکہ گواہی مکمل ہو جائے اور مدعی کا دعویٰ ثابت ہو جائے۔[75] جمہور نبی کریم ﷺ کی اس ارشاد گرامی سے استدلال کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے گواہ اور قسم کی بنیاد پر فیصلہ کیا تھا۔[76] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مدعی نے دعویٰ کر دیا اور اس کے پاس دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو گواہ نہ ہوں تو وہ ایک گواہ پیش کرے اور ایک قسم کھائے تو دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور مال حاصل ہو جائے گا۔

اس حدیث کے جواب میں احنافؒ لکھتے ہیں کہ ایک، تو اس روایت میں انقطاع ہے۔ اور دوسرا، اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے پھر بھی درست نہیں کیونکہ یہ روایت عموم کا فائدہ نہیں دیتی۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق حفظ دماء سے ہے؛ یہ ضابطہ نہیں بلکہ ایک معروضی فیصلہ تھا جس کے پیش نظر یہ حکم آیا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ بنو عنبر کے کچھ کفار میدان جہاد میں پکڑے گئے تھے جب وہ مدینہ لائے گئے تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم جس وقت پکڑے گئے اس وقت ہم مسلمان تھے اس پر ان کے پاس ایک گواہ تھا اور دوسرے گواہ کے لئے ان سے قسم لی گئی تو شبہ آگیا جس سے ان کے خون کی حفاظت ہو گئی یا یہ حدیث صلح کی کسی صورت پر محمول ہے۔[77]

اثبات دعویٰ کے معاملہ میں وضعی قانون کچھ اس طرح ہے:

The burden of proof in a suit or proceeding lies on that person who would fail if no evidence at all were given on either side.[78]

پاکستان کے مروّجہ قانون الشہادت (۱۹۸۴ء) کے مطابق دعویٰ کو ثابت کرنا مدعی کے ذمہ ہے۔اور ثبوت دعویٰ کے دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

ایک، یہ کہ مدعی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے۔ **دوسرا**، یہ کہ مدعیٰ علیہ اقرار کرے۔ لیکن اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعیٰ علیہ گواہ پیش کرے گا۔اس قانون میں مدعیٰ علیہ پر قسم پیش کرنے کا تصور نہیں پایا جاتا۔جس طرح اسلامی قانون میں مدعی کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ سے قسم لینے کا جو تصور ہے۔تو شرعی اور وضعی قوانین میں یکسانیت نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

ایک گواہ سے دعویٰ کا اثبات

جس طرح نفس دعویٰ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اسی طرح ایک گواہ سے بھی کوئی چیز ثابت نہیں ہوتا۔ہاں اگر گواہ پیش کرنے کے بعد مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا تو دوسرے گواہ کو پیش کرتے وقت پہلے کا حاضر کرنا لازمی نہیں۔[79] اسلام نے متوقع نزاعات کے منصفانہ حل کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا اہتمام کرنا لازمی قرار دیا ہے۔اس میں یہ حکمت ملحوظ ہے کہ قاضی کے سامنے اگر ایک کے بجائے دو گواہ بیان دیں گے تو اس کے لیے واقعے کی حقیقی صورت کا اطمینان بخش علم حاصل کرنا زیادہ آسان ہوگا۔مزید براں اس سے گواہ کی دست یابی کو حتی الامکان یقینی بنانا بھی پیش نظر ہے کہ اگر ایک گواہ کسی وجہ سے موقع پر دستیاب نہ ہو تو دوسرا گواہ عدالت میں پیش ہو کر گواہی دے سکے۔تاہم فقہاے احناف نے آیت میں مذکور نصاب شہادت کی پابندی کو عدالت کے لیے بھی لازم قرار دیا ہے۔ حنفی فقیہ ابو بکر الجصاصؒ نے اس کے حق میں دو دلیلیں پیش کی ہیں:

ایک، یہ کہ آیت کریمہ میں اس کے بارے میں حکم آیا ہے: "اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو تاکہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسرا اسے یاد دلادے۔" (282:2) کہ کسی معاملہ کرتے وقت دو گواہ مقرر کرنے اور پھر نزاع کی صورت میں انھیں قاضی کے سامنے پیش کرنے کی دونوں صورتوں کو شامل ہے، اور جب انھیں حاکم کے سامنے پیش کیا جائے گا تو وہ بھی ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوگا۔ **دوسری**، یہ کہ کسی بھی معاملے میں گواہ مقرر کرنے کا مقصد ہی چونکہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نزاع کی صورت میں قاضی کے سامنے گواہی دیں، اس لیے یہ بات بھی اس ہدایت کے تحت داخل ہے کہ نزاع کی صورت میں کسی معاملے کے گواہوں کو عدالت میں پیش کیا جائے اور قاضی کو ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند بنایا جائے۔[80]

بنابریں، دعویٰ کی اثبات کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہےہاں اگرمدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور اسی کے ہوتے ہوئے مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا تو دوسرے گواہ کو پیش کرتے وقت پہلے گواہ کا دوبارہ حاضر کرنا ضروری نہیں۔ اگر مدعی نے قابض پر ایک گواہ پیش کئے کہ یہ اس نے قابض سے خریدا ہے اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے اور غائب نے آکر قابض کی تصدیق کی تو قاضی حکم دے گا کہ اس کو غائب کے سپرد کیا جائے پھر مدعی نے خریدنے پر دوسری گواہ قائم کیا تو اب پہلے گواہ کو دوبارہ حاضر کرنا ضروری نہیں اور ضامن یہ قابض ہوگا نہ کہ وہ غائب شخص جو حاضر ہوا ہے۔[81] **<u>دعویٰ کے اثبات میں گواہوں کی تعداد کے حوالے سے پاکستان کے مروّجہ قانون سِول پروسیجر کوڈ میں یہ کہا گیا ہے کہ:</u>**

The competence of a person to testify, and the number of witnesses required in any case shall be determined in accordance with the injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and Sunnah.[82]

قرآن وحدیث میں کسی معاملے کے تصفیہ کے لئے جتنے گواہوں کی تعداد لازمی قرار دی گئ ہے وہی بات وضعی قوانین میں بھی مد نظر رکھی گئ ہے۔ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ مذکورہ نصاب شہادت کی پابندی عدالت کے لئے لازم ہے۔ تاہم حدود میں زنا کے لئے چار گواہ لازم ہیں اور بعض امور میں ایک آدمی کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

گواہوں کی اولویّت بندی

یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ اگر متخاصمین میں دونوں کے پاس گواہ موجود ہوں تو کس کے گواہوں کو اولویّت دی جائے گی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خارج (غیر قابض) کے گواہ قابض سے اولیٰ ہوں گے اگر دونوں تاریخ بیان کریں تو جس کا تاریخ مقدم ہوں تو اس کے گواہ معتبر ہوں گے۔ اگر ملک مطلق کا دعویٰ ایسے دو شخصوں کے درمیان ہو جن میں ایک قابض ہو اور دوسرا غیر قابض اور دونوں نے اس بات پر گواہ قائم کئے ہوں کہ یہ ہماری ملکیت تو خارج کے گواہ معتبر ہوں گے اس لئے کہ گواہ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں اور جس کے گواہ زیادہ مثبت ہو تو ان کے گواہوں کی سماعت ہو گی۔ اگر دیکھا جائے تو خارج قابض پر اثبات حق کے لئے زیادہ مثبت ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس کے برعکس، قابض اتنا مثبت نہیں ہوگا کیونکہ وہ چیز تو اس کے قبضہ میں پہلے سے موجود ہے۔[83] خارج کے گواہوں کے معتبر ہونے کے قائل امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ ہیں۔ امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قابض کی حجت مقدم ہو گی۔ یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں نے تاریخ ذکر نہیں کی ہو اسی طرح اگر دونوں نے ایک تاریخ ذکر کی ہو تو اس

کا بھی یہی حکم ہے۔اور اگر ایک کی تاریخ سابق ہو توامام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس کی تاریخ پہلے ہو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ان میں سے ایک نے وقت بیان کیا تب بھی امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ خارج کی گواہی معتبر ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس نے تاریخ بیان کی اس کا قول قبول کیا جائے گا۔[84] گواہوں کی اولیّت بندی کے معاملہ میں وضعی قوانین کا کہنا ہے کہ:

Possession is the one 10th of law.[85]

سپیسفک ریلیف ایکٹ (۱۸۷۷ء) کے مطابق قبضہ قانون کا دسواں حصہ ہے۔یعنی وضعی قوانین میں یہ قاعدہ نہیں کہ ملک مطلق میں غیر قابض کے گواہ قابض کے گواہوں سے اولیٰ ہوں گے، بلکہ جس کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اس میں اس قابض کا حق اولیٰ ہوگا۔تو شرعی قانون سے وضعی قانون الگ ہے۔

مدعا میں اختلاف

اگر دو مدعیوں میں سے ہر ایک نے:

1. جداجدا شخص سے خریدنے کا دعویٰ کیا تو وہ چیز دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگی
2. اگر دونوں ایک شخص سے خریدنے کا دعویٰ کریں تو جو تاریخ ذکر کرے گا وہ مقدم ہوگا۔
3. اگر دو مدعیوں نے جدا جدا شخص سے خریدنے کا دعویٰ کیا جیسے ایک نے زید سے اور دوسرے نے عمرو سے خریدنے پر گواہ قائم کیے دونوں نے تاریخ بیان کی اور یا بیان نہیں کی تو وہ چیز دونوں کے درمیان برابر تقسیم کی جائے گی۔اگر ایک فریق نے تاریخ بیان کی اور دوسرے فریق نے نہیں تب بھی خریدی ہوئی چیز دونوں کے درمیان برابر تقسیم کی جائے گی۔ کیونکہ ایک فریق کا تاریخ بیان کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کے لئے پہلے ملکیت ثابت تھی۔اس لئے کہ ممکن ہے کہ دوسرا اس سے پہلے ہو۔اس کے برعکس، اگر دونوں کا بائع ایک ہی شخص ہو تو اس میں یہ احتمال نہیں ہے، کیونکہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ملکیت کا حاصل کرنا اسی بائع کی طرف سے ممکن ہے پس جب ان میں سے ایک نے تاریخ بیان کی تو حکم اسی کے لئے کی جائے گی جب تک یہ بات ظاہر نہ ہو کہ دوسرے کی خرید اس سے پہلے واقع ہوئی ہے۔[86] اس معاملہ میں وضعی قوانین کا کہنا ہے کہ:

When a person is bound to prove the existence of any fact, it is said that the burden of proof lies on that person.[87]

قانون شہادت کے مطابق ہر ایک مدعی کے ذمہ دعویٰ کا اثبات ہے، شہادت کی نوعیت اور کیفیت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ تو جس کی گواہی اس قانون کے موافق ہوں اس کو مدعیٰ بہ حوالہ کیا جائے گا، برابر تقسیم کرنے کا تصور وضعی قوانین میں نہیں۔

نتائج

ا۔اسلامی ریاست کے اہم فرائض میں سے قیام عدل ہے۔

۲۔قدیم فقہی اصطلاحات کو جدید رائج اصطلاحات سے بدلنا وقت کی ضرورت ہے۔

۳۔وضعی قوانین میں اکثر شرعی قوانین سے مطابقت رکھتے ہیں۔ البتہ بعض قوانین میں شرعی قوانین کے ساتھ تعارض پایا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے قوانین پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ابن منظور، افریقی، *لسان العرب*، ج11 (بیروت، دار صادر، 1414ھ)،139۔

2۔ابن نجیم، ازین الدین بن ابراہیم، *البحر الرائق*، ج7 (ندارد شہر، دار لکتاب الاسلامی، ندارد سن)، 191۔

3. Muhammad Mazhar Hassan Nizami, *Civil Procedure Code*, 1908: Order: 7, Rule:1(,PLD Publisher Lahor,2015). 472

4۔ابوبکر بن مسعود بن احمد، کاسانی، *بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع*، ج6 (ندارد شہر، دار لکتب العلمیہ، 1406ھ)، 222۔

5۔سلیمان بن اشعث سنن ابی داؤد، سجستانی، *کتاب الحدود*، باب فی المجنون یسرق اویصیب حدا، ج4 (بیروت، مکتبہ صیداب، سن ندارد): 139، حدیث نمبر: 4401۔۔امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحیحین کے شروط کے مطابق ہے۔(محمد ناصر الدین، البانی، *ارواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل*، ج2 (بیروت، المکتب الاسلامی، 1405ھ/1905ء)، 5۔

6- *Civil Procedure Code*, Order:7Rule:1(d),472.

7۔محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن امین، ابن عابدین، *رد المحتار علی الدر المختار*، ج5 (بیروت، دار الفکر، 1422ھ)، 543۔

8۔محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع، ہاشمی، قرشی ۱۵۰ھ کو فلسطین میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ کو وفات پا گئے۔ آپ شعر، لغت، ایام عرب، فقہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ پہلا فتویٰ بیس سال کی عمر میں دیا تھا۔ رمضان المبارک میں ساٹھ مرتبہ قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔[خیر الدین بن محمود، زرکلی، *الاعلام*، ج6 (دار العلم للملایین، 2002ء)، 26,]۔

9۔کاسانی، *بدائع الصنائع*، ج:6، 222۔

10۔سید نا علیؓ بن ابی طالب، ہاشمی، قرشی، نبی ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے،آپ چوتھے خلیفہ راشد اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔مکہ معظّمہ میں ۲۳ق ھ کے پیداہوئے۔۳۵ھ کو خلیفہ بنےاور ۱۷رمضان المبارک ۴۰ھ میں کو شہید کر دیئے گئے۔ [ابو نعیم، احمد بن عبداللہ، *حلیۃ الاولیاء*، ج1، (بیروت، دارالکتاب العربی، 1394ھ)، 61۔]

11۔ سنن ابی داؤد، *کتاب الاقضیۃ*، باب کیف القضاء، حدیث نمبر: 3582، ج: 3، ص: 301۔ البانی نے اس پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ (ارواء الغلیل، ج: 8، 226)

12 . Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:7،Rule:1, 472.

13۔علاء الدین، سمرقندی، محمد بن احمد، *تحفۃ الفقہاء*، ج: 3 (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1414 ھ)، 181۔

14۔ کمال الدین، ابن ہمام، محمد بن عبدالواحد، *فتح القدیر*، ج: 8 (بیروت، دارالفکر، سن ندارد)، 153 ۔

15۔ابن نجیم، *البحر الرائق*، ج: 7، 192 ۔

16۔ابن حنبل، ابو عبداللہ، احمد بن محمد بن حنبل، *مسند احمد بن حنبل*، (مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ)، عن عبد اللہ بن الزبیر، قال: «قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن الخصمین یقعدان بین یدی الحکم" حدیث نمبر: 16104، ج: 26، ص: 29۔

17. Nizami, *Civil Procedure Code*, Order :7,Rule:1,:473.

18۔کاسانی، *بدائع الصنائع*، ج: 6، ص: 222۔

19۔ نعمان بن ثابت، تیمی، کوفہ میں ۸۰ھ کو پیداہوئے اور ۱۵۰ھ کو وفات پاگئے۔ صغار صحابہؓ کے زمانہ میں پیداہوئے۔ سیدنا انس بن مالکؓ جب کوفہ تشریف لائے توان کی ملاقات کاشرف حاصل کیا۔ فقہ حنفی کے امام ہیں، اساتذہ میں عطاء بن ابی رباح، شعبی، جبلۃ بن سحیم، عمرو بن دینار، قتادہ، نافع مولی ابن عمر وغیرہ شامل ہیں۔آپ کے شاگردوں میں امام ابویوسف، امام محمد امام زفر کےعلاوہ حکم بن عبداللہ، حمزہ الزیات، حیان بن علی ، حارث بن نبہان وغیرہ مشہور ہیں. [ابو عبداللہ، ذہبی، محمد بن احمد، *سیر اعلام النبلاء*، ج: 6، (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1405 ھ)، 390]

20۔ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری کوفی بغدادی (پیدائش: ۱۱۳ھ-۱۸۲ھ)، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں، جو پہلی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کو پھیلایا۔ قاضی القضاۃ بھی رہے، ان کی تصنیفات میں کتاب الخراج، الاثار، النوادر، اختلاف الامصار، ادب القاضی وغیرہ شامل ہیں ۔[ابن خلکان ، احمد بن محمد، *وفیات الاعیان*، ج: 6، (بیروت، دار صادر، 1994ء)، 378۔]

21۔ ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی (پیدائش: ۱۳۱ھ-وفات: ۱۸۹ھ)، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں، فقہ حنفی کے امام ہیں، فقہ حنفی میں چھ کتابیں جو ظاہر الروایۃ کے نام سے موسوم ہیں وہ ان کی تصنیف شدہ ہیں۔اس کے علاوہ الامالی، المخارج فی الحیل اور بلوغ الامانی وغیرہ بھی ان کی کتابیں ہیں۔[شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی، *طبقات الفقہاء*، ج: 1 (بیروت، دارالرائد العربی، 1970ء)، 135،

22۔کاسانی، *بدائع الصنائع*، ج: 6، 223۔

23۔ابن نجیم، *البحر الرائق*، ج: 7، 192۔

24۔کاسانی، *بدائع الصنائع*، ج:6، 223۔

25- Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:7,Rule:2,475.

26۔ خصکفی، علاء الدین، محمد بن علی بن محمد، *الدر المختار شرح تنویر الابصار وجامع البحار*، ج1، (شہر ندارد، دار الکتب العلمیہ، 1424ھ)، 510۔

27۔ایضا، ج:1، 510۔

28۔ابن مازہ، محمود بن احمد بن عبد العزیز، *المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی*، ج9، (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1424 ھ)، 260 ۔

29۔ مجد الدین، عبد اللہ بن محمود، *الاختیار لتعلیل المختار*، کتاب الدعویٰ، ج:2، (قاہرہ، مطبعۃ الحلبی، 1356 ھ)، 109۔

30۔ سمرقندی، *تحفۃ الفقہاء*، ج:3، 376۔

31۔ ابو الحسن، برھان الدین، علی بن ابی بکر، مرغینانی، *الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی*، ج3، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، سن ندارد) 154۔

32- Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:7,Rule:2.

33۔ابن عابدین، محمد بن عمر بن عبد العزیز، *قرۃ عیین الأخیار لتکملۃ رد المحتار علی الدر المختار*، ج8، (بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، سن ندارد)، 6۔

34۔ بیہقی، ابوبکر، احمد بن حسین، السنن الصغیر، (کراچی، جامعۃ الدراسات الاسلامیہ، 1440 ھ)، حدیث نمبر: 3386 " البینۃ علی المدّعی والیمین علیٰ من انکر" ج:4، 189۔

35۔ مرغینانی، *الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی*، ج:3، 154۔

36 ۔ کمال الدین، *فتح القدیر*، ج:8، 154۔

37۔کاسانی، *بدائع الصنائع*، ج:6، 224۔

38۔علامہ فخر الدین عثمان بن علی بن محجن زیلعی (وفات: ۷۴۳ھ) حنفی المسلک تھے، ۷۰۵ھ کو قاہرہ آئے اور درس وتدریس دیتے رہے، اور یہی ان کی وفات ہوئی۔ ان کی تصنیفات میں سے تبیین الحقائق فی شرح کنز الدقائق، ترکۃ الکلام علی احادیث الاحکام اور شرح الجامع الکبیر وغیرہ شامل ہیں۔[الاعلام، ج:4، 210]

39۔ کمال الدین، *فتح القدیر*، ج:8، 154۔

40۔ بابرتی، محمد بن محمد بن محمود، *العنایۃ شرح الہدایۃ*، ج:8 (شہر ندارد دار الفکر، سن ندارد)، 158۔

41۔ میدانی، اعبد الغنی بن طالب، *اللباب فی شرح الکتاب*، ج:4، (بیروت، لمکتبۃ العلمیۃ، سن ندارد)، 127۔

42۔ ابراہیم بن محمد، ابوالقاسم، سمرقندی، لیثی، فقہاء احناف میں سے ہے۔ ۹۰۸ھ میں وفات ہوگئے۔ کنزالدقائق کی شرح مستخلص الحقائق لکھی۔[الأعلام، ج:1، 65]

43۔ بابرتی، *العنایۃ شرح الھدایۃ*، ج:8، 160

44- Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:26,Rule:3,475.

45۔ کمال الدین، *فتح القدیر*، ج:8، 162۔

46۔ ابن عابدین، *قرۃ عین الأخیار لتکملۃ رد المحتار علی الدر المختار*، ج:8،27۔

47 ۔امام زفر بن ہذیل بن قیس بصری حنفی (پیدائش: ۱۱۰ھ۔وفات: ۱۵۸ھ)،امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں، بصرہ کے قاضی بھی رہے اور بصرہ ہی میں ان کی وفات ہوئی[طبقات الفقہاء،،ج:1،135]

48۔ کمال الدین، *فتح القدیر*،ج:8،:162۔

49۔ ابن عابدین، *قرۃ عین الأخیار لتکملۃ رد المحتار علی الدر المختار*، ج:8،28۔

50۔ مرغینانی، *الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی*، ج:3،155۔

51 ۔ ابن نجیم، *البحر الرائق*،ج:7،197۔

52 Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:7,Rule.3,475.

53۔*قرۃ عین الأخیار لتکملۃ رد المحتار علی الدر المختار*، ج:8،27۔

54۔ شمس الائمہ، محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی (وفات: ۴۸۳ھ)، اساتذہ میں شمس الائمہ حلوانی اور شیخ الاسلام سغدی حنفی مشہور ہیں۔ فقہ حنفی کے امام، متکلم، اور فقیہ تھے، آپ کی تصنیفات میں المبسوط، شرح السیر الکبیر، شرح الجامع الکبیر اور اصل السرخسی شامل ہیں۔[مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطینی، سلم الوصول الی طبقات الفحول، ج 2 (مکتبہ ارسیکا، استانبول ترکیا، 2010ء)،ج:2،261]

55۔ ابن نجیم، *البحر الرائق*،ج:7،197۔

56. Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:7,Rule:6, 478.

57۔ کاسانی، *بدائع الصنائع*،ج:6،223۔

58۔ ابن مازہ، *المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی*،ج:9،10۔

59 -Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:7,Rule:2,473.

60 ۔ ابن مازہ، *المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی*، ج:9،18۔

61۔سغدی، ابو الحسن، علی بن حسین بن محمد، *النتف فی الفتاویٰ*، ج1، (بیروت، دار الفرقان، مؤسسۃ الرسالۃ، 1404ھ)، 459۔

62۔لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ، مجلۃ الاحکام العدلیۃ، ج1، (کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، سن ندارد)، 31۔

63۔ ابن نجیم، سراج الدین، عمر بن ابراہیم، *النہر الفائق شرح کنز الدقائق*، ج3 (شہر ندارد، دار الکتب العلمیہ، 1422ھ)503۔

64۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم،عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وھم یسلفون بالتمر السنتین والثلاث، فقال:من أسلف فی شیء، ففی کیل معلوم، ووزن معلوم، إلی إجل معلومحدیث نمبر:2240،دار طوق النجاۃ،1422ھ، حدیث نمبر:2240،ج:3،85۔

65۔ میدانی، *اللباب فی شرح الکتاب*، ج:2،44۔

66۔ ابن مازہ، *المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی*، ج:9،8۔

67۔ایضاً،ج:9،21۔

68۔ کاسانی، *بدائع الصنائع*، ج:6،274۔

69- Nizami, *Civil Procedure Code*, Order:7,Rule;26,496.

70 ۔ ابن عابدین، *ردالمحتار علی الدر المختار*، ج:3،549۔

71۔ ابن مازہ، *المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی*، ج:9،273۔

72۔ایضاً، ج:9،269۔

73مرغینانی، ۔*الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی*، ج:3،155۔

74۔ سنن ترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ماجاء فی ان البینۃ علی المدعی، حدیث نمبر:1341، ج:3،618امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر حسن صحیح کا حکم لگایا ہے۔

75۔ محمود بن احمد، عینی، *البنایہ شرح الہدایہ*، ج 9 (بیروت، دارالکتب العلمیۃ،1420 ھ)،325۔

76۔ مسلم بن حجاج، المسندا لصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ ﷺ، کتاب الحدود، باب القضاء بالیمین والشاہد،ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی بیمین وشاہد" (بیروت، داراحیاء التراث العربی، سن ندارد)، حدیث نمبر:1712، ج3، 1337۔

77۔ عینی، محمود بن احمد عمدۃ القاری، *شرح صحیح البخاری*، ج13 (بیروت، داراحیاء التراث العربی، سن ندارد)، 245۔

78 Muhammad Iqbal, *The Qanune Shahadat*, 1984,Chapter:9 ,Article:118, p:186; PLD Publishers,Lahore,2016.

79۔ محمد بن احمد بن ابی سہل، سرخسی، *المبسوط للسرخسی*، (بیروت، دارالمعرفۃ، سن ندارد)، 75۔

80۔احمد بن علی، جصاص، *احکام القرآن*، ج:1، (بیروت، دارالکتب العلمیۃ، 1415 ھ)، 623۔

81۔ ابن مازہ، *المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی*، ج:9،220۔

82- *The Qanun e Shahadat*, Chapter:2,Article:17, p:23.

83۔ ابن مازہ، *المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی*، ج:9،22۔

84۔ سمرقندی، *تحفۃ الفقہاء*، ج:3،376۔

85- *Specific Relief Act*, 1877, Section:8.

86۔ کاسانی، *بدائع الصنائع*، ج:6،233۔

87- *The Qanun e Shahadat*, Chapter:9,Article:117(2),184.

Bibliography

1) Abd al-Ghani b. Talib Maydani Hanafi, *Al-Bāb fi Sharh al-Kitab*, Beirut: Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, nd.
2) Abu al-Hasan b. Husyn Saghdi, *Al-Nataf fi Fatawa*. Beirut: *Mua'ssasa al-Risalah*, 1404/1984.

3) Abu al-Hasan Burhan al-Din Ali b. Abi Bakr Murghainani, *Al-Hidayah*. Beirut: *Dar Ahyah al-Arabi*, nd.
4) Abu Bakr Ahmad b. Husyn Bayhqi, *Al-Sunan al-Kubra*. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah,* 1424/2003.
5) Abu Dawood, Sulayman b. Asha'th, *Sunan Abi Dawood*. Beirut: *al-Maktaba al-Asriyyah*, nd.
6) Abu Ishaq, Ibrahim b. Ali Shirazi, *Tabaqāt al-Foqaha*, Beirut: *Dar al-Rai'd al-Arabi*, 1970.
7) Ahmad b. Ali Hanafi, *Ahkām al-Quran,* Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah,* 1415/1994.
8) Ahmad b. Muhammad b. Hanbal, *Musnad Ahmad,* Beirut: *Mua'ssasa al-Risalah,* 1421/2001.
9) Ahmad b. Shoa'ib Khurasani, Nisaei, *Sunan al-Nisaei,* Hulb: *Maktaba al-Matbuā't al-Islamiyyah*, 1406/1986.
10) Ala al-Din Abu Bakr b. Maso'ud Kasani, *Bidaye' al-Sanaye', Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, 1406/1986.
11) Ala al-Din Muhammad b. Ahmad Samarqandi, *Tuhfah al-Foqaha*. Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, 1414/1994.
12) Asbihani, Abu Nae'em Ahmad b. Abdullah, *Huliyyah al-Awliyah wa Tabaqāt al-Asfiyah,* Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, 1409AH.
13) Badr al-Din Ayni Abu Muhammad Mahmood b. Ahmad, *Al-Binayah*, Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, 1420/2000.
14) Burhan al-Din Ali b. Abi Bakr Murghainani, *Hidayah al-Mubtadi,* Cairo: *Maktabah Muhammad Ali Subh*, nd.
15) Burhan al-Din Mahmood b. Ahmad Hanafi, *Al-Muhīt al-Burhani,* Beirut: *Dar al-Kutub al-Ilmiyyah*, 1424/2004.
16) Ibn Abidīn Muhammad Ameen Hanafi, *Rad al-Mukhtār* Beirut: *Dar al-Fikr*, 1412/1992.
17) Ibn al-Himam Kamal al-din Muhammad b. Abd al-Wahid, *Fath al-Qadīr,* Beirut: *Dar al-Fikr*, nd.
18) Ibn Majīm Zayn al-Din b. Ibrahim Hanafi, *Al-Bahr al-Rai'q, Dar al-Kutub al-Islamiyyah*, nd.

19) Muhammad b. Isa b. Isa Tirmizi, *Sunan al-Tirmizi*, Egypt: *Maktaba Matbua'h Mustafa al-Bani al-Halabi*, 1395/1975.
20) Muhammad b. Ismael Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Beirut: *Dar Turuq al-Nijah*, 1422/2002.
21) Muhammad Iqbal, *The Qanune Shahadat*, 1984, PLD Publishers, Lahore, 2016.
22) Muhammad Mazhar Hassan Nizami, *Civil Procedure Code* ,PLD Publisher Lahor,2015
23) Muhammad Nasir al-Din, al-Bani, *Urwa' al-Gulayl fi Takhrij Ahadith Manār al-Sabīl*, Beirut: *al-Maktab al-Islami*, 1405/1905.
24) Muhmmad b. Hasan Shaybani, *Al-Asl al-Ma'rūf bi al-Mabsūt*, Karachi, *Idarah al-Quran wa Ulūm al-Islamiyyah*, nd.
25) Muslim b. Hajjaj Qushayri, *Sahih Muslim*, Beirut: *Dar Ahya' al-Turāth al-Arabi*, nd.
26) Shams al-Ae'mmah Ahmad b. Abi Sahl Sarkhasi, *Al-Mabsoot* Beirut: *Dar al-Ma'rifah*, 1414/1993.
27) Zahbi, Abu Abdillah Muhammad b. Ahmad, *Sayr Aa'lām al-Nabla'*, Beirut: *Mua'ssasa al-Risalah*, 1405/1985.
28) Zarkashi, Badr al-Din Muhammad b. Abdullah, *Al-Bahr al-Muhīt fi Usūl al-Fiqh*, nd, *Dar al-Kutabi*, 1414/1994.